اَلْحُجَّةُ الْفَائِحَہ

تصنیف، اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

دن معیّن کر کے مردے کی فاتحہ اور اس کو
ایصال ثواب جائز ہے۔

تقدیم

مرنے کے بعد میت نہ تو کوئی نیک کام کرسکتی ہے اور نہ ہی توبہ واستغفار، اسلام نے مرنے والوں کی بخشش کا ایک ذریعہ ان کے زندہ بھائیوں کو بنایا ہے اور زندوں کو یہ حق مرحمت فرمایا ہے کہ وہ نیکیاں کر کے اللہ کے حضور دعا کریں کہ ان کا ثواب ان کے مردہ مسلمان بھائیوں کو پہنچے۔ اس موضوع پر قرآن وحدیث میں بیشمار دلائل ہیں۔ قرآن کریم میں ایک جگہ ہے:

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا

اے میرے رب، توان دونوں پر (ماں باپ پر)
رحم فرما جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔

دوسری آیت میں ہے:

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ ۝

اور وہ جوان کے بعد آئے، کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو بحالت ایمان ہم سے پہلے گذر چکے ہیں

ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ زندہ لوگ مردوں کو کچھ فیض پہنچا سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے بعد والے لوگوں کی تعریف و مدح کے طور پر یہ بات بتائی ہے کہ وہ اپنے مردوں سے لاتعلق نہیں ہو جاتے ہیں بلکہ ان کے حق میں دعائے خیر اور طلب مغفرت کرتے ہیں۔

یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ اگر مردوں کو زندوں کے کسی فعل سے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا ہے تو دعا بھی زندوں کا فعل ہے یہ عبث اور بے کار ہوں اس لئے قرآن میں یہ بیان کیا جاتا " کہ بعد والے بڑے بے عقل ہیں کہ مردوں کیلئے طلب مغفرت، جو ایک عبث کام ہے، کرتے ہیں، ان کو جو کچھ ملنا تھا، ان کے اپنے اعمال سے ملنا تھا، سو وہ ختم ہوئے " لیکن اس کے برعکس قرآن نے ان لوگوں کی تعریف کی، جو اس امر کا غیر مبہم ثبوت ہے کہ زندوں کی کوششیں مردوں کے حق میں بارآور ہوتی ہیں اور یہ لیس للانسان الا ما سعیٰ سے متصادم نہیں۔

یہاں یہ شبہ نہ ہونا چاہیئے کہ اس طرح تو زندہ لوگ

عمل صالح چھوڑ دیں گے کیونکہ جب انھیں معلوم ہوگا کہ مرنے
کے بعد محلے والے اور مسجد والے ہمیں از خود بخشوا لیں گے
تو پھر خواہ مخواہ عمل خیر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب
ظاہر ہے، کہ ایسا سوچنے والا سخت خسارے میں ہے۔ اوّل تو
اس کو کیا معلوم کہ دوسرے اس کے لئے دعائے مغفرت کریں گے
بھی یا نہیں دوسرے یہ کہ اللہ کے یہاں ان کی دعائے مغفرت
مرتبۂ قبولیت بھی حاصل کر سکے گی یا نہیں، اس لئے ہر شخص کو چاہیے
کہ خود ہی مصروفِ عمل رہے، دوسروں کا تو محض ایک سہارا ہے
اس مسئلے کو اس کی تمام تفصیلات اور دلائل سے اس رسالے میں
ملاحظہ کیجئے۔

الحجۃ الفائحہ لطیب التعین والفاتحہ

۱۳ ـــ ۷

یعنی مہکنے والی حجت فاتحہ اور دن کی تعیین پر
یہ اعلیٰحضرت کے فارسی رسالے کا ترجمہ ہے۔

مرتب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتا

تیجا، دسواں، چالیسواں، ششماہی اور سالانہ (ایصال ثواب) دیار ہند میں جو مروج ہے اسے بعض علماء بدعت قبیحہ اور مکروہ کہتے ہیں اور کئی اقوال اس کی درستی پر دال ہیں، عام لوگ مردوں کو ثواب پہنچانے کی نیت سے کھانا پکاتے ہیں اور دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھتے ہیں، اسے علماء ظاہر، غیر مقلد فاتحہ کی وجہ سے مردار اور حرام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

سوم و دہم و چہلم و شش ماہی و سالیانہ کہ دریں دیار ہند مروج است او را بعض علماء بدعت شنیعہ، مکروہ گویند و اقوال چند بر درستی اوست و طعامے کہ بعد موتے بہ نیت ثواب می پزند و ہر دو دست برداشتہ فاتحہ دہند آں را علمائے ظواہر غیر مقلدین بباعث فاتحہ مردار و حرام دانستہ گویند ایں طریقہ در زمانہ نبوی و اصحاب کبار مصطفوی و تابعین و اتباع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نبود بلکہ طعام

جانتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ طریقہ زمانۂ نبوی، صحابۂ کرام، تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے دور میں نہ تھا لہٰذا بزرگان دین کی نیاز (ایصال ثواب) کا طعام اور شیرنی مردار کی طرح ہے۔ بنابریں شریعت کا جو حکم واجب التعمیل ہو سند کتاب سے بیان فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

مختصراً اس مسئلے میں حرف آخر یہ ہے کہ ایصال ثواب اور اموات کو ہدیۂ اجر پہنچانا تمام اہل سنت وجماعت کے اتفاق سے پسندیدہ اور شریعت میں مستحب ہے۔ حضور سید الابرار علیہ افضل الصلات

وشیرینی کہ نیاز بزرگان دین است مثل مردار، پس دریں مسئلہ ہر چہ حکم شرعی واجب التعمیل باشد بیان فرمایند بسند کتاب۔ بینوا توجروا۔

الجواب

قول فیصل وسخن مجمل دریں باب آنست کہ ایصال ثواب و ہدیۂ اجر بہ اموات بہ اجماع کافۂ اہلسنت وجماعت امریست مرغوب و در شرع مندوب، احادیث بسیار از حضور سید الابرار علیہ افضل الصلوٰۃ من الملک الجبار در ترغیب و تصویب ایں کار وارد شد۔ امام علامہ محقق علی الاطلاق در فتح القدیر و امام علامہ فخر الدین زیلعی، در

من الملک الجبار سے بہت سی حدیثیں اس کارِ خیر کی تصویب و ترغیب میں وارد ہوئی ہیں، امام علامہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اور امام علامہ فخر الدین زیلعی نے نصب الرایہ میں اور علامہ جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں، علامہ فاضل ملا علی قاری نے مسلک متقسط میں اور دیگر ائمہ نے دیگر کتب میں ان میں سے کچھ احادیث ذکر فرمائی ہیں۔ بے شک اس کارِ خیر کا انکار بے وقوف جاہل کر سکتا ہے، یا پھر گمراہ اور باطل پرست۔ اس دور کے اہل بدعت (امور خیر کے منکر) جن میں مخفی طور پر خونِ اعتزال جوش زن ہے معتزلہ کی نیابت اور وکالت میں ایصالِ ثواب کا انکار کرتے ہیں اور اہلسنت کے اجماع

در نصب الرایہ وامام علامہ جلال الدین سیوطی در شرح الصدور فاضل علامہ علی قاری در مسلک متقسط وغیرہم فی غیرہا بذکر برخی از انہا پرداختہ اند۔ وخود انکار ایں کار نیاید مگر از سفیہ جاہل یا ضال مبطل، مبتدعانِ زمانہ را کہ خونِ پنہان معتزلیت بجوش آمدہ است در پردہ ترخیص نیابت و تخصیص وکالت اہدائے ثواب را انکار کنند و پیشِ خویش اجماع قطعی اہلسنت را برہم زنند۔ باز بشہادت احادیث کثیرہ و جزم و تصحیح جمہور ائمہ وصول ثواب خاص بقربات مالیہ نیست بلکہ مالیہ و بدنیہ ہر دو را عام ہمیں است، مذہب ائمہ حنفیہ و بریں اند بسیارے از محققین شافعیہ و علیہ الجمہور و ہو الصحیح

یقینی کا یکسر انکار کر دیتے ہیں۔ پھر دیہ بھی پیش نظر رہے) کہ بہت سی حدیثوں کی روشنی میں یہ امر ثابت ہے اور اسی کو جمہور ائمہ نے صحیح ومعتمد قرار دیا ہے کہ ثواب کا پہنچنا عبادات مالیہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عبادات مالیہ اور بدنیہ دونوں کو شامل ہے۔ یہی ائمہ حنفیہ کا مذہب ہے، بہت سے شافعی محقق اسی کے قائل ہیں، اسی پر اکثر علما رہیں اور یہی صحیح اور راجح ومنصور ہے پھر دیہ بھی تو دیکھئے) کہ قرآن مجید پڑھنا اور صدقہ کرنا اور ان دونوں کا ثواب مسلمانوں کو پہنچانا، اس میں یہی تو ہے کہ ایک اچھے کام کو دوسرے اچھے کام سے اور ایک مستحب کو دوسرے مستحب سے جمع کر دیا گیا ہے اور ہرگز ان میں سے ایک دوسرے کو منافی نہیں جیسے

الرجیح المنصور، باز اجماع ایں ہر دو کہ ہم قرآن خوانند وہم تصدق کنند ثواب ہر دو بمسلماناں رسانند، نیست مگر جمع حسن باحسن ومندوب بامندوب وزنہار یکے بادیگرے منافی نیست کالتلاوۃ من المصحف فی الصلوٰۃ نہ شرع بہ انکار ایں جمع وارد شد کقراءۃ القرآن فی الرکوع والسجود، پس اورا محذور گفتن از دائرہ عقل بیروں رفتن است، امام حجۃ الاسلام، محمد غزالی قدس سرہ العالی در احیاء فرماید اذا لم یحرم الآحاد فمن این یحرم المجموع وہم در آنست ان افراد المباحات اذا اجتمعت کان ذالک المجموع مباحاً۔ تمام تحصیل ایں اصل، انیق امام المدققین ختم المحققین حضرت والد قدس

نماز میں قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا اور نہ ہی شریعت نے ان دونوں کو جمع کرنے سے منع کیا ہے جیسے کہ رکوع و سجود میں قرآن مجید پڑھنے سے لہٰذا ان دو دو اچھے کاموں کے جمع کرنے) کو ممنوع کہنا دائرہ عقل و خرد سے باہر جانے کے برابر ہے۔ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

"جب ایک ایک کام حرام نہیں تو مجموع کیوں حرام ہوگا"

اسی میں ہے:

"چند مباح جمع ہو جائیں تو مجموع بھی مباح رہے گا"

اس نفیس قاعدے کی تحقیق امام المدققین خاتم المحققین حضرت

سرہ الماجد در کتاب مستطاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" ارشاد فرمودہ اند و ایں معنی را از حدیث صحاح استنباط نمودہ من شاء فلیتشرف بمطالعتہ و خود معلم اول طائفہ مانعین مولوی اسماعیل را خوبی ایں اجتماع قرآن و طعام مقبول و مسلم است، در صراط مستقیم چناں راہ اعتراف و تسلیم پوید:

"ہر گاہ ایصال نفع بمیت منظور دارد موقوف بر اطعام نہ گزارد، اگر میسر باشد بہتر است والا ثواب سورہ فاتحہ و اخلاص بہترین ثوابہا است اھ"

و شک نیست کہ طریقہ ایصال ثواب دعا بجناب رب الارباب است

والد قدس سرہ الماجد نے کتاب مستطاب " اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" میں فرمائی ہے اور یہ مطلب صحیح حدیثوں سے استنباط فرمایا ہے، جو چاہے اس کے مطالعے کا شرف حاصل کرے۔ خود منع کرنے والے فرقے کے امام اول مولوی اسمٰعیل دہلوی کے نزدیک کلام مجید اور طعام کے اجتماع کی خوبی ہے و مسلم ہے، صراط مستقیم میں اس طرح راہ تسلیم و اعتراف پر چلتے ہیں:

"جب میت کو نفع پہنچانا ہی مقصود ہے تو کھانا کھلانے پر توقف نہیں ہونا چاہیئے، اگر میسّر ہو تو بہتر ہے ورنہ سورۂ فاتحہ اور سورہ اخلاص کا ثواب نہایت بہتر ہے۔"

جل جلالہ، امام الطائفہ در صراط مستقیم گوید:

"ہر عبادتیکہ از مسلمان ادا شود و ثواب آں بروح کسے از گزشتگاں برساند و طریق رسانیدن آں دعائے خیر بجناب الٰہی است، پس ایں خود البتہ بہتر و مستحسن است۔"

و دست برداشتن از آداب مطلق دعا است، در حصن حصین فرماید آداب الدعا منہا بسط الیدین میں و رفعھا، یعنی ہر دو دست برداشتن بحکم حدیث صحاح ستہ از اداب دعا است و از ائمہ و علمائے ما چہ گوئی خود معلم ثانی ..... منکرین در مسائل اربعین گوید:

" دست برداشتن برائے دعا وقت تعزیت ظاہرا جواز است،

اس میں شک نہیں کہ ایصال ثواب کا طریقہ رب الارباب جل وعلا کے دربار میں دعا ہی ہے، امام الطائفہ صراط مستقیم میں لکھتے ہیں :

"مسلمان جو عبادت ادا کرے اور اس کا ثواب کسی گذرے ہوئے کی روح کو پہنچا دے اور ثواب پہنچانے کا طریقہ جناب الٰہی میں دعائے خیر ہے۔ یہ بھی یقیناً بہتر اور خوب ہے۔"

ہاتھوں کا اٹھانا مطلق دعا کے آداب سے ہے، حصن حصین میں فرماتے ہیں "اداب الدعاء منہا بسط الیدین ت مس و رفعہا" یعنی

زیرا کہ حدیث شریف رفع یدین در دعا مطلقاً ثابت شدہ پس در ایں وقت ہم مضائقہ نہ دارد لیکن تخصیص آں برائے دعا وقت تعزیت ماثور نیست اھ"

ببینید باآنکہ خصوصیت را غیر ماثور گفت امابہ دلیل اطلاق استظہار جواز کرد و در فعل او ہیچ مضائقہ نہ دید۔ بالجملہ ازیں امور زنہار چیزے نیست کہ در شرع مطہر مستنکر باشد و مجرد عدم ورود خصوصیات را مطلقا متلزم منع دانستن غلطی است واضح و جہلے فاضح، فقیر بعون القدیر ایں مبحث را در مجموعہ مبارکہ البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ روشن تر گفتہ ام و علمائے سنت بارہا ایں مدعیان را تاخانہ رسانده

صحاح ستہ کی احادیث سے ثابت ہے کہ دونوں ہاتھوں کا اٹھانا آداب دعا سے ہے، ہمارے ائمہ وعلمار کا کیا پوچھتے ہو خود طائفہ منکرین کا امام ثانی (مولوی محمد اسحٰق)، "مسائل اربعین میں کہتا ہے:

"تعزیت کے وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا، ظاہر یہ ہے کہ جائز ہے، اس لئے کہ حدیث شریف میں مطلقاً دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا ثابت ہے لہٰذا اس وقت بھی مضائقہ نہ ہوگا لیکن بالخصوص تعزیت کے وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا منقول نہیں ہے"

دیکھئے، بالخصوص (تعزیت کے وقت دعا کے لئے) ہاتھ اٹھانے کو

وبرخاک مذلت نشانده اند حاجت تفصیل وتطویل نیست اما انچہ امام الطائفہ باوجود تسلیم عدم ورود دریں باب گفتہ است شنیدن دارد در تقریر ذبیحہ مطبوعہ رسالہ زبدۃ النصائح می گوید:

"ہمہ اوضاع از قرآن خوانی وفاتحہ خوانی وطعام خورانیدن سوائے کندن چاہ وامثالہ ودعا واستغفار واضحیہ بدعت است گو بدعت حسنہ بالخصوص است مثل معانقہ روز عید ومصافحہ بعد نماز صبح یا عصر اھ"

ارباب طائفہ امام خود شاں پرسند کہ بآنکہ ایں طریقہ ہارا عموماً وفاتحہ خوانی راخصوصاً بدعت ومحدث میدانی چہ گونہ حسنہ می گوئی وخلاف طائفہ

غیر منقول کہا لیکن مطلق (دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کی حدیث) سے جواز کی تائید کی اور کہا کہ اس طرح کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں الحاصل ان امور سے ہرگز کوئی ایسا امر نہیں جو شریعت مطہرہ میں ناپسندیدہ ہو۔ محض کسی امر کے خصوصی طور پر (حدیث شریف) میں، وارد نہ ہونے کو مطلقاً ممنوع ہونے کی دلیل جاننا واضح غلطی اور جہالت ہے۔ فقیر نے بفضلہ تعالیٰ اس بحث کو مجموعۂ مبارکہ " البارقۃ الشارقۃ علیٰ مارقۃ المشارقۃ " میں بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ علمائے اہل سنت نے ان دعویداروں کو بارہا گھر تک پہنچایا اور خاک ذلت پر بٹھایا ہے تفصیل اور طوالت کی ضرورت نہیں لیکن ..... امام الطائفہ (ثانی) نے عدم

راہ می پوئی باز ذکر معانقہ عید سنگ آمد وسخت آمد آرے تلون ایں امام متبعانش را کار بجاں وکار با استخواں رسانده است ولاحول ولاقوۃ الاّ باللہ العلی العظیم۔ وکلام معلم ثانی حالا گذشت کہ باوجود عدم ثبوت خصوصیت مضائقہ نہ دانست۔

اکنوں آمدیم بر نقل چند اقوال دیگر از کبرا و عمائد واساتذہ ومشائخ امام الطائفہ تا بے باک رواں دانند کہ بے منع شرع تحریم فاتحہ، زباں کشودن وطعام فاتحہ وشیرینیٔ نیاز بزرگان قدست اسرارہم را حرام ومردار گفتن چہ کیفر ہا کہ نمی چشاند وکدام بد روز نمی نشاند۔ شاہ ولی اللہ در انفاس العارفین از والد خود شاں شاہ عبد الرحیم نقل کنند:

درود کو تسلیم کرنے کے باوجود اس مسئلے میں جو کچھ کہا ہے سننے سے تعلق رکھتا ہے۔ رسالہ مطبوعہ زبدۃ النصائح میں تقریر ذبیحہ میں کہتے ہیں:

"کنواں کھودنے اور ایسی ہی دوسری چیزوں اور دعا و استغفار و قربانی کے علاوہ قرآن خوانی فاتحہ خوانی اور کھانا کھلانے کے تمام طریقے بدعت ہیں گو بالخصوص بدعت حسنہ ہیں مثلاً عید کے دن معانقہ کرنا اور صبح یا عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا اھ"

طائفہ منکرین، کو اپنے امام (ثانی) سے پوچھنا چاہئے کہ آپ ..... ان طریقوں کو عموماً اور فاتحہ خوانی کو خصوصاً بدعت و محدث جانتے ہیں اس کے

"می فرمودند، در ایام وفات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم چیزے فتوح نشد کہ نیاز آں حضرت طعام پختہ شود، قدرے نخود بریاں و قند سیاہ نیاز کردم الخ، در در ثمین فی مبشرات النبی الامین ہمیں سخن راچناں آوردند۔ الحدیث الثانی والعشرون اخبرنی سیدی الوالد قال کنت اصنع طعاما صلۃ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یفتح لی سنۃ من السنین شیئ اصنع بہ طعاما فلم اجد الا حمصا مقلیا فقسمتہ بین الناس فرایتہ صلے

باوجود ہ حسنہ" کس طرح کہتے ہیں اور طائفہ (وہابیہ) کے خلاف راستہ کیسے اختیار کرتے ہیں پھر عید کے دن معانقے کا ذکر تو اور بھی دشوار ہے۔ ہاں اس امام کی تلون مزاجی کی وجہ ہی سے ان کے متبعین کو جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم معلم ثانی کا کلام ابھی گذرا ہے کہ اس نے خصوصیت کے وارد نہ ہونے کے باوجود مصافحہ نہ جانا۔

اب ہم امام الطائفہ کے اکابر معتمدین اساتذہ ومشائخ سے چند اقوال نقل کرتے ہیں تاکہ بیباک روجان لیں کہ شریعت کے منع کئے بغیر" فاتحہ" کو حرام کہنا اور فاتحہ کے طعام، بزرگان دین قدست اسرارہم کی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبین یدیہ ھذا الحمص

مبتھجا بشاشا:

شاہ صاحب مذکور در" انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" نویسند:

"بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت بخوانند وحاجت از خدائے تعالیٰ سوال نمایند ہمیں طور ہر روز، میخوانده باشند" اھ

لفظ شیرینی وفاتحہ سر روز ازیاد مرداد۔ شاہ صاحب مسطور در ہمعات گویند: از ایں جاست حفظ اعراس مشائخ ومواظبت زیارت قبور ایشاں والتزام فاتحہ خواندن وصدقہ دادن برائے ایشاں"

نیاز کی شیرینی کو حرام و مردار کہنا کیسی سزائیں چکھاتا ہے اور کیسے برے دن دکھاتا ہے، شاہ ولی اللہ انفاس العارفین میں اپنے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ آپ فرماتے تھے :

"(ایک دفعہ) ، حضرت رسالت پناہ کی رحلت کے دنوں میں کوئی چیز متیسر نہ ہوئی کہ کھانا پکا کر آپ کی نیاز دی جا سکے میں نے کچھ بھنے ہوئے چنے اور گڑ بطور نیاز دیا" الخ

درثمین فی مبشرات النبی الامین میں اسی بات کو اس طرح بیان کرتے ہیں :

بائیسویں حدیث ، مجھے میرے والد ماجد نے بتایا کہ میں

شاہ صاحب مزبور در فتوائے مندرجہ زبدۃ النصائح گویند :

" اگر ملیدہ و شیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بہ روح پزند و بخورانند مضائقہ نیست جائز است وطعام نذر اللہ اغنیاء را خوردن حلال نیست واگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیاء را ہم خوردن دراں جائز است "

شاہ صاحب مرحوم ہم در انفاس العارفین نگارند :

" حضرت ایشاں در قصبہ ڈانسہ بہ زیارت مخدوم اللہ دیا رفتہ بودند وشب ہنگام بود، دراں فرمودند مخدوم

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ثواب
پیش کرنے کے لئے کھانا پکایا کرتا تھا، ایک سال
مجھے کھانا تیار کرنے کے لئے کچھ نہ ملا، صرف بھنے
ہوئے چنے ملے، میں نے وہی لوگوں میں تقسیم کر دیئے
میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شادمان وفرحاں
دیکھا۔ آپ کے سامنے وہی چنے تھے۔"

یہی شاہ صاحب، انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، میں لکھتے ہیں کہ:
"کچھ شیرینی پر عموماً خواجگانِ چشت کے نام فاتحہ
پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے حاجت کی دعا کریں۔ ہر روز

ضیافت ما می کنند، ومی گویند کہ چیزے خوردہ روید
توقف کردند تا آنکہ اثر مردم منقطع شد وملال بر یاراں
غالب آمد، آنگاہ زنے بیاید طبق برنج وشیرینی بر سر
وگفت کہ نذر کردہ بودم کہ اگر زوج من بیاید ہماں
ساعت ایں طعام پختہ بہ نشینندگان درگاہ مخدوم
اللہ دیا رسانم دریں وقت آمد، ایفائے نذر کردم، د
آرزو کردم کہ کسے آں جا باشد تا تناول کند۔"

مولانا شاہ عبد العزیز صاحب در تحفۂ اثنا عشریہ فرمایند:
"حضرت امیر وذریۂ طاہرہ اورا تمام امت بر مثال پیراں

اسی طرح پڑھیں :

لفظ "شیرینی" اور "فاتحہ ہر روز" قابل یادداشت ہے۔ یہی شاہ صاحب "ہمعات" میں فرماتے ہیں :

"اسی لئے مشائخ کے عرسوں کی پابندی اور ان کی قبور کی باقاعدہ زیارت اور ان کے لئے فاتحہ پڑھنے اور صدقہ دینے کا التزام کیا جاتا۔"

یہی شاہ صاحب زبدۃ النصائح میں مندرجہ فتویٰ میں فرماتے ہیں کہ :

"اگر ملیدہ اور کھیر بطور فاتحہ کسی بزرگ کی روح کو ثواب پہنچانے کی نیت سے پکائیں اور کھلائیں تو

و مرشداں می پرستند و امور تکوینیہ را وابستہ بایشاں می دانند و فاتحہ و درود و صدقات و نذر بنام ایشاں رائج و معمول گردید و چنانچہ با جمیع اولیاء ہمیں معاملہ است۔

ایں عبارت سراپا بشارت کہ حرف حرفش بر سر مخالف برقے خاطف یا ریکے قاصف حرف حرف بخاطر باید داشت و از مخالفاں پرسید کہ شاہ صاحب بطور شما جمیع امت را صراحتاً گمراہ و مشرک گفتند یا نہ و خود ایں چنیں امور را تجویز و تحسین نمودہ کافر و مشرک شدند یا نہ، بر تقدیر اول امام الطائفہ اسماعیل دہلوی کہ غلام غلام و مرید مرید ایشاں است در صراط مستقیم بمدح ایشاں چناں تر زباں :

تو مضائقہ نہیں جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نذر کا طعام مالداروں کو کھانا جائز نہیں اور اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دی گئی ہو تو اغنیار کو بھی کھانا جائز ہے۔"

شاہ صاحب مرحوم انفاس العارفین میں رقم طراز ہیں کہ:

"والد گرامی قصبہ ڈانہ میں مخدوم اللہ دیا کی زیارت کو گئے ہوئے تھے، رات کا وقت تھا اس وقت انھوں نے فرمایا کہ مخدوم ہماری دعوت کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں کچھ کھا کر جاؤ، ساتھی ٹھہر گئے حتّٰی کہ سب لوگ چلے گئے اور دوست پریشان ہو گئے اتنے

"جناب ہدایت مآب قدوہ ارباب صدق وصفا زبدۂ اصحاب فنا وبقا سید العلمار سند الاولیار حجۃ اللہ علی العالمین وارث الانبیار والمرسلین مرجع کل ذلیل وعزیز، مولانا ومرشدنا الشیخ عبد العزیز"

معاذ اللہ کافرے مشرکے را بچنیں الفاظ عظیمہ جلیلہ ستودہ وحجت خدا ونائب انبیار وکذا وکذا اعتقاد نمودہ خود کافر ومرتد گردید یا، ہیچ باز شمایاں کہ ایں کافر ومرتد را امام وپیشوا وسرور مقتدا گرفتہ ودر ہر مسئلہ وعقیدہ سر بر خط فرمانش نہادہ قدم بر قدم او رفتہ اید ازیں بر وہمہ کافر وبے دین ومرتد ولعین شدید، ماچہ بجنوا توجروا۔

میں ایک عورت آئی، چاولوں اور شیرینی کا تھال
اس کے سر پر تھا۔ اس نے کہا میں نے نذر مانی تھی
کہ اگر میرا شوہر آجائے تو میں اسی وقت یہ طعام پکا کر
مخدوم اللہ دیا کی درگاہ کے حاضرین کے پاس پہنچا
دوں گی۔ میرا شوہر اسی وقت آیا ہے۔ میں نے نذر،
پوری کی۔ میری آرزو تھی کہ اس جگہ کوئی موجود ہو تا کہ
یہ طعام کھالے۔''

مولانا شاہ عبد العزیز صاحب تحفۂ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں کہ:
''حضرت امیر اور آپ کی ذریت طاہرہ کو تمام امت

باز بہ مطلب عناں تابیم، مولوی خرم علی بلہوری معلم ثالث طائفہ حادثہ
در نصیحت المسلمین گوید:
''حاضری حضرت عباس کی۔ صحنک حضرت فاطمہ کی
گیارہویں عبد القادر جیلانی کی، مالیدہ شاہ مدار کا سہ منی
بو علی قلندر کی، توشہ شاہ عبد الحق کا، اگر منت نہیں
صرف ان کی روحوں کو ثواب پہنچانا منظور ہے تو،
درست ہے، اس نیت سے ہرگز منع نہیں اھ''
ملخصاً۔ خود امام الطائفہ در تقریر ذبیحہ سراید:
اگر شخصے بزے را خانہ پرور کند تا گوشت او خوب شود

پیر و مرشد کی طرح مانتے ہیں اور امور تکوینیہ کو ان سے
وابستہ جانتے ہیں اور فاتحہ و درود و صدقات
اور نذران کے نام رائج و معمول ہے جیسے کہ تمام
اولیاء سے یہی معاملہ ہے۔"

یہ عبارت سراپا بشارت جس کا ہر ہر حرف مخالف پر تباہ کن بجلی ہے یا ہلاکت آفریں آندھی، یاد رکھنے کے قابل ہے اور مخالفین سے پوچھنا چاہیئے کہ شاہ صاحب نے تمہارے طریقے کے مطابق تمام امت کو گمراہ و مشرک کہا ہے یا نہیں اور خود ایسے امور کی تجویز و تحسین ظاہر کر کے کافر و مشرک ہوئے یا نہ۔ بر تقدیر اول امام

اورا ذبح کردہ و پختہ فاتحہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ
تعالیٰ عنہ خواندہ بخورانند خللے نیست۔"

ایں لفظ خواندہ بخورانند، نیز نگاہ داشتن است کہ بسیارے از منکرین ایں را ہم مناطا انکار سازند و گویند اگر ایں اجتماع اطعام و قرأت جائز بودے تاہم بایستے کہ خوراندہ خواندنہ کہ خواندہ خورانند کہ عبث و باطل است جواب کامل ازیں شبہ باطل در بارقہ شارقہ یاد کردہ ایم ہم چناں ایں لفظ غوث الاعظم بر دل نگاشتے کہ ایں بر ایمان تقویۃ الایمان صراحتاً شرک است، طرفہ تر آنکہ اتباع جہول طعام فاتحہ را حرام و مردار دانند و امام الطائفہ طعام و گوشت گاؤ نذر اولیاء رہمہ را

الطائفہ اسمٰعیل دہلوی جو آپ کا غلام غلام اور مرید مرید (سید احمد صاحب) ہے اور صراط مستقیم میں شاہ صاحب کی تعریف میں اس طرح رطب اللسان ہے:

"جناب ہدایت مآب قدوۂ ارباب صدق وصفا زبدۂ اصحاب فنا وبقا، سید العلماء وسند الاولیاء حجۃ اللہ علی العالمین وارث الانبیاء والمرسلین مرجع کل ذلیل وعزیز مولانا ومرشدنا الشیخ عبد العزیز"

معاذ اللہ، کافر ومشرک کی ایسے عظمت وجلالت والے الفاظ سے تعریف کرکے اور حجت خدا ونائب انبیاء وغیرہ وغیرہ کا اعتقاد

را حلال می خواند بشرطیکہ تقرب بذبح بسوئے میّت نباشد و سید می گوید کہ جانورے کہ نذر اولیاء کردہ باشند اگرچہ چنداں نذر بروجہ حرام وقبیح ہم کنند تاہم در حلّت جانورے سخنے نیست فکیف کہ نذر اولیاء بروجہ حسن باشد چہ جائے آنکہ محض بے نذر ایصال ثواب شود چہ محل آنکہ از ذبح جانور وا راقت دم اثرے نبود. ہمیں قرأت قرآنے وتصدق طعامے بمیاں آید مگر در تقریر مذکور چساں نگارد:

"اگر شخصے نذر کند کہ اگر فلاں حاجت من برآید ایں قدر نیاز حضرت سید احمد کبیر بکنم وایں قدر طعام نیاز الشاں مردم را بخورانم اگرچہ دریں نذر گفتگو ست لیکن طعام

کر کے خود کافر و مرتد ہوا یا کچھ کمی رہ گئی۔

پھر ہم مطلب کی طرف لوٹتے ہیں۔ طائفہ حادثہ کے معلم ثالث مولوی خرم علی بلہوری نصیحۃ المسلمین میں کہتے ہیں:

"حاضری حضرت عباس کی، صحنک حضرت فاطمہ کی گیارھویں عبد القادر جیلانی کی، مالیدہ شاہ مدار کا، سہ منی بو علی قلندر کی، توشہ شاہ عبد الحق کا اگر منت نہیں صرف ان کی روحوں کو ثواب پہنچانا مقصود ہے تو درست ہے اس نیت سے ہرگز منع نہیں اھ" ملخصاً۔

خود امام الطائفہ تقریر ذبیحہ میں نغمہ سرا ہیں کہ:

حلال است وہمچنیں ست حکم گوشت، مثلاً اگر شخصے بگوید کہ دو من گوشت نذر سید احمد کبیر بعد آمدن حاجت خود خواہم خورانید، گوشت حلال است واگر بگوید کہ گوشت گاؤ خواہم خورانید، نیز درست است واگر بہ ہمیں قصد گاؤ را ندر کند نیز رواست چرا کہ مقصودش گوشت است وہمچنیں اگر گاؤ زندہ بنام سید احمد کبیر کسے رابدہد بطوریکہ نقدمی دہند رواست و گوشت آں حلال است"

ہم درآنست:

" اگر کوئی شخص گھر میں بکری کی پرورش کرے تاکہ اس کا گوشت خوب ہو جائے اسے ذبح کرے اور پکا کر حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ پڑھ کر کھلا دے تو کچھ حرج نہیں ہے۔"

" خوانده بخوراند " (فاتحہ پڑھ کر کھلا دے) کے لفظ قابل غور ہیں اس لئے کہ بہت سے منکرین اس بات کو بھی بنائے انکار بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کھلانے اور قرآن مجید پڑھنے کو جمع کرنا جائز بھی ہو تب بھی کھانا کھلا کر پڑھنا چاہئیے نہ کہ پڑھنے کے بعد کھلایا جائے۔ اس لئے کہ یہ عبث اور باطل ہے۔ اس باطل شبہے کا جواب کامل

" اگر ہمیں طور نذر برائے اولیاء گذشتگاں قدس اللہ اسرارہم کنند رواست، ایں قدر فرق است کہ بسبب انتقال از عالم دنیا بہ عالم برزخ منتفع بنقد وجنس طعام نمی توانند شد بلکہ ثواب آں اللہ تعالیٰ بہ ارواح مطہرہ ایشاں می رساند پس حالت ایشاں در حالت حیات و بعد ممات برابر است۔"

باز می گوید:

" اگر نذر کند کہ بشرط بر آمدن حاجت خود گاؤ دو سالہ فربہ نیاز حضرت غوث الاعظم خواہد کرد، پس حکم ایں

ہم بارقہ شارقہ" میں دے چکے ہیں، اسی طرح لفظ "غوث الاعظم" بھی قابل یادداشت ہے، اس لئے کہ یہ تقویۃ الایمان کے مطابق شرک ہے۔ طرفہ یہ کہ جاہل متبعین فاتحہ کے کھانے کو حرام اور مردار جانتے ہیں اور امام الطائفہ اولیاء کی نذر کی گائے کے گوشت اور کھانے سب کو حلال کہتا ہے بشرطیکہ ذبح سے میت کا تقرب مقصود نہ ہو اور صاف کہہ رہا ہے کہ جس جانور کو اولیاء کی نذر کیا گیا ہو، چاہے وہ لوگ کئی طرح کی حرام و قبیح نذریں بھی مانیں پھر بھی جانور کی حلت میں کلام نہیں ہے، چہ جائیکہ جب اولیاء کی نذر بہتر طریقے پر ہو بالخصوص جب بغیر نذر فقط ایصال ثواب ہو اس لئے کہ اس جگہ جانور کے ذبح کرنے اور

مثل حکم طعام است اگر نذر بطریق حسن است ہیچ خلل نہ واگر قبیح است فعلش حرام است، وحیوان حلال۔"

ایں یازدہ قول است بعد دایام یازدہم شریف حضرت غوث اعظم قطب اکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سہ از، امام الطائفہ بالاگزشت ودو از شاہ عبد العزیز صاحب عنقریب می آید وباللہ التوفیق والہدایۃ الی سواء الطریق۔

سخن گفتن ماند از تعیین اوقات کہ درمرداں رائج است ہمچوں سوم وچہلم وسہ سال وشش ماہ اوّل وبحول اللہ اصول توقیت یعنی کارے را وقت معین داشتن بردو گونہ است، شرعی وعادی

خون بہانے میں کچھ اثر نہیں صرف قرآن مجید کا پڑھنا اور طعام کا صدقہ کرنا درمیان میں آجاتا ہے۔

تقریر مذکور ہی میں لکھتے ہیں کہ:

"اگر ایک شخص نذر مانے کہ میرا فلاں مقصد پورا ہو گیا تو اتنی نذر حضرت سید احمد کبیر کے نام کی دوں گا اور اتنا کھانا ان کی نیاز کا لوگوں کو کھلاؤں گا اگرچہ اس نذر میں گفتگو ہے لیکن طعام حلال ہے، گوشت کا بھی یہی حکم ہے مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ میں اپنا مقصد پورا ہونے کے بعد دو سیر گوشت سید احمد کبیر کی نذر کے طور پر لوگوں کو کھلاؤں گا،

شرعی آنکہ شرع مطہر علے را وقت تعیّن فرمودہ است کہ در غیر وا اصلا صورت نہ بندد واگر بجائے آرند آں عمل شرعی نہ کردہ باشند، چوں ایام نحر مر اضحیہ را یا آنکہ تقدیم و تاخیرش، ازاں وقت نارو با شد چوں اشہر الحرم حج ر حرام حج را یا آنکہ ثوابیکہ دریں است در غیر او نیابند چوں ثلث لیل مر نماز عشا را. وعادی آنکہ از جانب شرع اطلاق است، ہر وقتیکہ خواہند بجا آرند اما حدث را از زماں ناگزیر است ووقوع در زمان غیر معین محال عقلی کہ وجود و تعین مساوق ہمدگر است. پس از تعین چارہ نیست ایں ہم تعینات بر بنائے اطلاق علی وجہ البدلیۃ صالح ایقاع بود از ینہا یکے را بر بنا مصلحتے اختیار کنند بے آنکہ وقت معین را بنائے صحت یا مدار

گوشت حلال ہے اور اگر کہے کہ گائے کا گوشت کھلاؤں گا تو بھی جائز ہے اور اگر اسی ارادے سے گائے نذر کرے وہ بھی جائز ہے اس لئے کہ اس کا مقصود گوشت ہے اسی طرح اگر زندہ گائے سید احمد کبیر کے نام پر کسی کو دے جیسے نقد پیسے دیئے جاتے ہیں، جائز ہے اور اس کا گوشت حلال ہے۔"

اسی تقریر میں ہے کہ:

اگر اسی طرح گذشتہ اولیاء قدس اللہ سرہم کی نذر دے تو جائز ہے۔ فرق اتنا ہے کہ عالم دنیا سے عالم برزخ کی طرف انتقال کی وجہ سے نقد جنس اور طعام سے نفع

حست یا مناط آثابت دانند پیداست کہ بایں تقیید مقید از فردیت مطلق برنیا بد و حکمے کہ مطلق راست در جمیع افرادش ساری باشد بالم یرد منع من خصوص خصوصا پس ہیچوجا سبیل نہ آنست کہ ثبوت خصوصیت از مجوز جویند بلکہ آنکہ تصریح بمنع ایں خاص از شرع برآرند عبارت معلم ثانی طائفہ دربارہ دست برداشتن بدعائے تعزیہ بالا شنیدی واینک معلم اول و امام معوّل طائفہ در رسالہ بدعت چناں نغمہ سرا:

"طریق ثانی آنکہ بمطلق بالنظر الی ذاتہ حکمے از احکام شرعیہ متعلق گردد پس مطلق بنظر ذات خود در جمیع خصوصیات ہماں حکم اقتضا می نماید گو در بعض افراد بحسب عوارض خارجیہ

حاصل نہیں کر سکتے بلکہ فقط اس کا ثواب اللہ تعالیٰ ان کی ارواح مطہرہ کو پہنچا دیتا ہے لہٰذا ان کے حالات حیات اور بعد از وفات برابر ہیں۔"

پھر کہتے ہیں کہ:

"اگر نذر مانے کہ میری حاجت بر آئی تو دو سالہ پلی ہوئی گائے حضرت غوث الاعظم کو نیاز دوں گا تو اس کا حکم وہی ہے جو کھانے کا حکم ہے، اگر نذر کچھ اچھے طریقے سے ہے تو کوئی حرج نہیں اور اگر قبیح ہے تو فعل حرام ہے اور حیوان حلال۔"

حکم مطلق مختلف گردد (الی ان قال) در تحقیق حکم صورت خاصہ مبحوث عنہا می نماید ہمانست متمسک بہ اصل کہ در اثبات دعوی خود حاجت بہ دلیلے نہ دارد دلیل او ہماں مطلق است دبس الخ

حضرت والد قدس سرہ الماجد ایں اصل منیف و قاعدہ شریف را بتحقیق بالغ و تنقیح بازغ در اصول الرشاد افادہ ارشاد فرمودہ اند آں جا باید جست من باول سخن باز گردم فاقول باز اگر دریں وقت معین مرجح حامل بر اختیار شی فی نفسہ موجود ست فبہا ورنہ ہنگام تساوی ارادہ مختار ترجیح را البستہ است چنانکہ در دو جام تشنہ و دو راہ رہے

گننی میں غوث اعظم قطب مکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گیارہویں کے برابر یہ گیارہ اقوال ہیں۔ امام الطائفہ (مولوی اسمٰعیل) کے تین قول اس سے پہلے گذر چکے ہیں، دو شاہ عبد العزیز صاحب سے عنقریب آئیں گے۔ اللہ تعالےٰ ہی توفیق اور راہ راست کی ہدایت دینے والا ہے۔

رہا اوقات کا مقرر کرنا جیسے لوگوں میں رائج ہے مثلاً تیجا، چالیسواں، سالانہ اور ششماہی، اس کے متعلق میں کہتا ہوں کہ کسی کی امداد سے باطل شکنی کرتا ہوں کہ کسی کام کا وقت مقرر کرنا دو قسم ہے شرعی اور عادی۔ شرعی یہ کہ شریعت مطہرہ نے کسی کام کا وقت اس

مشاہدہ کنی علی الاول مصلحت عیاں است وعلی الثانی کم نہ ازاں کہ ایں تعیین باعث تذکیر و تنبیہہ و مانع تسویف و تفویت باشد ہر عاقل از وجدان خود یابد کہ چوں کارے را وقتے معین بنہند آمدن وقت یادش دہد ورنہ بسیا باشد کہ از دست رود از ہمیں جاست اوقات معین کردن ذاکرین وشاغلین وعابدین مر ذکر و شغل عبادت را یکے پیش از نماز صبح، صد بار کلمۂ طیبہ بر خود گرفتہ است۔ دیگرے پس از نماز عشاء صد بار درود، واگر ایں توقیت شرعی نہ دانند زنہار از شرع معاتب نشوند۔

جان برادر اگر بقول الجمیل شاہ ولی اللہ و صراط مستقیم امام الطائفہ وغیرہما کتب ایں فن کہ اکابر و عمائد طائفہ تصنیف کردہ اند رجوع آرے

طرح مقرر کردیا کہ دوسرے وقت میں بالکل نہ ہوسکے اور اگر ادا کیا جائے تو وہ شرعی عمل نہ ہو جیسے کہ قربانی کے خاص دن مقرر ہیں، یا اس وقت سے تقدیم وتاخیر ناجائز ہو جیسے کہ اشہر الحرم (شوال ذوالقعدہ اور دس دن ذوالحجہ کے) حج کے احرام کے لئے (ان اوقات سے قبل گو احرام جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔ طحطاوی) یا جو ثواب اس وقت میں ہے دوسری جگہ نہیں ہوگا، جیسے کہ عشاء کے لئے رات کا پہلا تہائی حصہ۔ عادی یہ کہ شریعت کی طرف سے عام اجازت ہے جب چاہیں ادا کریں، لیکن کام کرنے کے لئے کوئی زمانہ ضرور ہونا چاہیئے۔ غیر معین زمانے میں کام کا ہونا عقلاً ناممکن ہے اس لئے کہ وجود اور تعین

چیزہا ازیں تعینات ملتزمہ یابی کہ زنہار از توقیت، شرعی نشانے نہ دارد ہیہات خود از تعیین ایام واوقات چہ گوئی آں جا تو دہا ست از اعمال واشغال وطرق وہیئات محدثہ ومخترعہ کہ در قرون سالفہ ازانہا اثرے وخبرے پیدا نبود وایناں را باحداث وابتداع آنہا خود اعتراف است شاہ ولی اللہ در قول الجمیل گویند:

"صحبتنا وتعلمنا لآداب الطریقة متصلة الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان لم یثبت تعین الآداب ولا تلك الاشغال"

مولوی خرم علی در ترجمہ ایں عبارت گفت:

لازم و ملزوم ہیں، لہٰذا وقت معین کے بغیر چارہ نہیں اور یہ تمام معین اوقات عام اجازت کی بنا پر یکے بعد دیگرے صلاحیت رکھتے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک میں کام کر لیا جائے۔ اگر ان میں سے ایک وقت کو کسی مصلحت کی بنا پر اختیار کر لیا جائے اور یہ نہ سمجھا جائے کہ اس وقت کے علاوہ یہ کام صحیح نہیں یا حلال نہیں یا ثواب نہیں ہوگا تو ظاہر ہے کہ ایسی تقیید سے مقید مطلق کا فرد ہونے سے خارج نہیں ہوگا اور جو حکم مطلق کا ہوگا وہی اس کے تمام افراد کا ہوگا جب تک کہ کسی فرد خاص سے خصوصاً ممانعت نہ ہو، لہٰذا ایسی جگہ جواز کے قائل سے خصوصیت کے ثبوت کی دلیل نہیں مانگنی چاہیئے بلکہ منع کرنے والے کو شریعت

"ہماری صحبت و طریقت کے آداب سیکھنا متصل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اگرچہ تعین ان آداب کا اور تقرر ان اشغال کا ثابت نہیں اھ ملخصاً

ہم در شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل گوید:

"حضرت مصنف محقق نے کلام دلپذیر اور تحقیق عدیم النظیر سے شبہات ناقضین کو جڑ سے اکھاڑا، بعضے نادان کہتے ہیں کہ قادریہ اور چشتیہ اور نقشبندیہ کے اشغال مخصوصہ صحابہ اور تابعین کے زمانے میں نہ تھے، تو بدعت سیئہ ہوئے۔ الخ

سے اس خاص کام کی ممانعت دکھانا چاہیئے۔

تعزیت کے وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے کے متعلق طائفہ (منکرین) کے امام ثانی مولوی اسحٰق صاحب کی عبارت آپ سن چکے ہیں، اب اس طائفہ کے معلم اول اور امام معتمد کی سنئے وہ رسالہ "بدعت" میں نغمہ سرا ہیں:

"دوسرا طریقہ یہ کہ کسی حکم شرعی کا مطلق کی ذات سے تعلق ہو لہٰذا مطلق ذات کے لحاظ سے تمام خصوصی افراد میں اسی حکم کا تقاضا کرے گا، اگرچہ بعض افراد میں، عوارض خارجیہ کے اعتبار سے مطلق کا حکم مختلف ہوجائے

ہمدرآں از شاہ عبدالعزیز صاحب آرد:

"مولانا حاشئے میں فرماتے ہیں، اور اسی طرح پیشوایانِ طریقت نے جلسات اور ہیئات واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کئے ہیں مناسبات مخفیہ کے سبب سے الخ

باز خود می گوید:

"یعنی ایسے امور کو مخالف شرع یا داخل بدعت سیئہ نہ سمجھنا چاہیئے جیسا کہ بعضے کم فہم سمجھتے ہیں۔"

امام الطائفہ در صراط مستقیم سراید:

"محققان از اکابر طریق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند

(یہاں تک کہ اس نے کہا کہ) خاص صورت کی حکم کی تحقیق میں جو شخص دعوی کرتا ہے کہ خاص صورت جس میں بحث ہے اس کا وہی حکم ہے جو مطلق کا حکم ہے، اس نے اصل سے استدلال کیا ہے اس لئے کہ وہ محتاج دلیل نہیں ہے اس کی دلیل وہی حکم مطلق ہے اور بس الخ ۔

حضرت والد (مولانا نقی علی خاں) قدس سرہ الماجد نے اس نفیس قاعدے کی بینظیر تحقیق "اصول الرشاد" میں فرمائی ہے وہاں دیکھی جاسکتی ہے۔ ہم پھر مقصود کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ فاقول (میں کہتا ہوں)

بناءً علیہ مصلحت دید و وقت چناں اقتضار کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت است تعین کردہ و تجدید اشغال نمودہ شود" اھ ملخصاً

و در حال پیر خود گوید:

"در تلقین و تعلیم طریقۂ چشتیہ باز وئے ہمت کشادند و تجدید اشغالے کہ ایں کتاب مستطاب برآں محتوی گردید فرمودند۔"

سبحان اللہ اینان کہ بر اصل شما صراحۃً احداث فی الدین کردند و قطعاً چیزہا بر آوردند کہ قرون سابقہ از آنہا خبرے نہ داشتند ضال و مبتدع

اگر اس وقت معین کو اختیار کرنے کا خود اسی میں کوئی مرجح پایا جاتا ہے تو بہتر ورنہ اگر یہ وقت دوسرے اوقات کی طرح ہی ہے تو فاعل کا ارادہ ہی اس کی ترجیح کے لئے کافی ہے جیسے کہ پیاسے کے سامنے پانی کے دو پیالے ہوں، یا کسی آدمی کے سامنے دو راستے (ایک جیسے) ہوں (جسے چاہے اختیار کرلے) بصورت اول (اگر خود وقت میں کوئی مرجح ہو) مصلحت واضح ہے، بصورت ثانی تعیین کا کم از کم اتنا فائدہ تو ضرور ہے کہ اس کام کی یاددہانی ہو جاتی ہے، نیز وہ کام معرض تاخیر والتوا میں واقع نہیں ہوتا، ہر عقلمند بخوبی محسوس کرتا ہے کہ جب کسی کام کا وقت مقرر کردیا جائے تو اس وقت کے آنے سے وہ کام یاد آجاتا ہے، ورنہ

نباشند بلکہ ہمچناں امام و مقتدار عرفار و علمار مانند، دیگراں برہمیں قدر جرم کہ چند امور محمودہ ثابتہ فی الشرع وقتے معین گرفتند معاذاللہ گمراہ وبدعتی شوند۔

للہ انصاف، ایں تحکم بے جا راچہ گفتہ آید. مگر شریعت کارخانگی شما است کہ ہرچوں کہ خواہید پہلو گردانید. ہاں وہاں اے طالب حق اینان را در طغیان وعدوان اینان بگذار و روئے بہ آثار واحادیث آر تا چیزے از تعینات عادیہ بر تو خوانیم. ازیں قبیل است آنچہ در حدیث آمد کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم زیارت شہدار اُحد را سر سال مقرر فرمودند کما سیاتی وآمدن مسجد قبا را روز شنبہ کما فی الصحیحین عن ابن عمر رضی اللہ

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ کام رہ ہی جاتا ہے ایہی وجہ ہے کہ اہل ذکر وشغل اور عابد عبادات، اذکار اور اشغال کے اوقات مقرر کرتے ہیں کوئی صبح کی نماز سے پہلے سَو بار کلمہ طیبہ لازماً پڑھتا ہے تو کوئی عشار کے بعد سَو دفعہ ضرور درود پاک پڑھتا ہے اگر اس تعین کو تعیین شرعی نہ جانا جائے تو ہرگز شریعت کی طرف سے عتاب نہ ہوگا۔

جانِ برادر! اگر اس طائفہ کے اکابر وعمائد کی تصانیف مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب کی تصنیف "القول الجمیل" اور امام الطائفہ کی صراط مستقیم وغیرہ کی طرف ہی رجوع کرے تو تجھے کئی ایسے تعینات کا پتہ چلے گا جن کا التزام کیا جاتا ہے مگر ان میں تعیین شرعی نہیں پائی جاتی صرف

تعالیٰ عنہا در روزہ شکر رسالت دوشنبہ کما فی الصحیح مسلم عن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ وبا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشاورۂ دینی را صبح وشام کما فی الصحیح البخاری عن ام المؤمنین الصدیقہ رضی اللہ عنہا وانشائے سفر جہاد را پنجشنبہ، کما فیہ عن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ وعبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعظ وتذکیر را روز پنجشنبہ کما فی صحیح البخاری عن ابی وائل۔
وعلمار بدایت درس را روز چہارشنبہ کما فی التعلیم المتعلم للامام برہان الاسلام الزرنوجی حکایت کردش از استاذ خود امام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ وگفت ہکذا کان یفعل ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب تنزیہ الشریعۃ فرمود وکذا کان جماعۃ من اہل العلم ایں ہمہ ہا از باب توقیت عادی است

تعینات کا ہونا تو دور کی بات ہے تعیین ایام و اوقات کی بھی کیا پوچھتے ہو، وہاں تو ایسے نوپیدا اعمال، اشغال، طریقوں اور ہیئات کے انبار لگے ہوئے ہیں جن کا نام ونشان تک قرون سابقہ میں نہیں خود انہیں ان کے جدید اور نوپیدا ہونے کا اعتراف ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب "القول الجمیل میں لکھتے ہیں:

"صحبتنا و تعلمنا لآداب الطریقة متصلة الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان لم یثبت تعیّن الآداب ولا تلک الاشغال"

مولوی خرم علی، اس عبارت کے ترجمے میں کہتے ہیں:

حاشا کہ مراد سید الاسیاد علیہ افضل الصلاۃ والسلام من الملک الجواد آں باشد کہ زیارت جز بر منتہائے سال زیارت نیست یا روا نباشد یا اجر عظیمے کہ ایں روز بر بندہ نوازی و امت پروری و تشریف مزارات شہدائے کرام تراب اقدام برکت نظام نصیب آں شاہ عالم پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کنند و دیگر نہ کنند ہمچناں مقصود ابن مسعود آں نہ بود کہ جز بروز شنبہ وعظ نیست یا در غیر او جواز نے یا روز دیگر ایں اجر مفقود یا شرع مطہر ایں تعیین نمود، حاش للہ بلکہ ہمیں عادتے التزام فرمودہ تا ہر ہفتہ بتذکیر مسلماناں پرداز د و تعیین یوم طالبان خیر را بہ آسانی جمع و فراہم سازد ہمبریں قیاس در امور باقیہ آری در بعضے انہا مرجحی جداگانہ حاصل است

"ہماری صحبت اور طریقت کے آداب سیکھنا متصل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک، اگرچہ تعین ان آداب کا اور تقرر ان اشغال کا ثابت نہیں"۔ اھ ملخصا

نیز القول الجمیل کے ترجمے شفاء العلیل میں کہتے ہیں:

حضرت مصنف محقق نے کلام دلپذیر اور تحقیق عدیم النظیر سے شبہات ناقصین کو جڑ سے اکھاڑا۔ بعضے نادان کہتے ہیں کہ قادریہ اور چشتیہ اور نقشبندیہ کے اشغال مخصوصہ صحابہ اور تابعین کے زمانے میں نہ تھے تو بدعت سیئہ ہوئے الخ

کہ مصلحت در وے کم از تذکیر و تیسیر نیست، ہم ازیں باب است تعینات مردم در رسوم و چہلم و شش ماہ و سر سال کہ بعضے مصلحتے خاص دارد، و بعض آخر بقصد آسانی و یاد دہانی معتاد و معہود گردید و لا مشاحت فی الاصطلاح ایں جا کلام مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی کہ امام الطائفہ عم نسب و پدر علم و جد طریقت بود ز شنیدن دارد۔

ا در تفسیر عزیزی زیر قولہ عزوجل والقمر اذا اتسق فرمود:

" وارد است کہ مردہ دریں حالت مانند غریقے است کہ انتظار فریاد رسی می برد و صدقات ذ فاتحہ

اسی میں شاہ عبدالعزیز صاحب سے بیان کرتے ہیں:

"مولانا حاشئے میں فرماتے ہیں، اور اسی طرح پیشوایان طریقت نے جلسات اور ہیئات واسطے افکار مخصوصہ کے ایجاد کئے ہیں مناسبات مخفیہ کے سبب سے الخ

پھر مولوی خرم علی خود کہتے ہیں:

"یعنی ایسے امور کو مخالف شرع یا داخل بدعت سیئہ نہ سمجھنا چاہیئے جیسا کہ بعض کم فہم سمجھتے ہیں"

امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل صراطِ مستقیم میں کہتے ہیں:

دریں وقت بسیار بکار او می آید وازیں ست کہ طوائف بنی آدم تا یک سال وعلی الخصوص تا یک چلہ از موت دراین نوع امداد کوشش تمام می نماید اھ

ولطیف تر آنکہ شاہ صاحب موصوف عرس پیران وپدران خود شان بہ اہتمام تمام بجامی آوردند وپیش ایشاں بر قبور درویشاں اجتماع مردم فاتحہ خوانی وتقسیم طعام وشیرینی بتجویز وتقریر ایشاں می شد چنانکہ در عامہ اہل سجادہ جاری وساری است.

مفتی عبدالحکیم پنجابی بریں افعال شاہیہ بہاں شبہات۔ داہیہ کہ حضرات منکرین بکار می برند، بر شاہ صاحب زبان مطاعن ومثالب

"محققین اکابر طریقت نے تجدید اشغال میں بہت کوششیں کی ہیں، اس لئے بہتر معلوم ہوا اور وقت نے تقاضا کیا کہ ایک کتاب نئے اشغال کے بیان کے لئے جو اس وقت کے مناسب ہیں لکھی جائے اور اشغال کی تجدید کی جائے"۔ اھ ملخصاً۔

اور اپنے پیر کے متعلق کہتے ہیں:

(سید احمد صاحب نے) طریقۂ چشتیہ کی تعلیم و تلقین کیلئے بازوئے ہمت کھولا اور ان اشغال کی تجدید کی جن پر یہ مبارک کتاب مشتمل ہے۔"

کشود ورقم نمود:

"کسانیکہ اقوال اینہا مطابق افعال شان نیستندی. عرس بزرگان خود بر خود مثل فرض دانستہ سال بہ سال بر مقبرہ اجتماع کردہ طعام و شیرینی در آنجا تقسیم نمودہ مقابر را وثنا یعبد می کنند اھ"، ملخصاً

شاہ صاحب در رسالہ ذبیحہ مطبوعہ زبدۃ النصائح بپاسخ ایں طعن فرمایند:

قولہ عرس بزرگان خود آہ ایں طعن مبنی است بر جہل احوال مطعون الیہ، زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ را ہیچ کس فرض نمی داند آرے زیارت و تبرک بقبور

سبحان اللہ ان لوگوں نے تمہارے قاعدے کے مطابق دین میں نئی چیز پیدا کی اور یقیناً ایسی چیزیں پیش کیں جن کا اثر تک زمانہ سابقہ میں نہ تھا مگر گمراہ اور بدعتی نہ ہوئے بلکہ اسی طرح امام، مقتدا، عرفا، اور علمار رہے، دوسرے علمار نے یہ جرم کیا کہ چند پسندیدہ اور ثابت فی الشرع امور کو جمع کر دیا اور جن اوقات میں ان کا کرنا جائز تھا ان میں سے بعض کو معین کر دیا۔ معاذ اللہ وہ اسی سے گمراہ اور بدعتی ہو گئے۔ خدارا انصاف کیجیے ع

ایں گناہے است کہ در شہر شما نیز کنند

اس بے جا سینہ زوری کو کیا کہا جائے شاید شریعت تمہارے گھر کی

صالحین و امداد ایشاں بہدائے ثواب و تلاوتِ قرآن و دعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحن است و خوب است باجماع علمار و تعین روز عرس برائے آنست کہ آں روز مذکر انتقال ایشاں می باشد از دار العمل بدار الثواب و الا ہر روز کہ ایں عمل واقع شود موجب فلاح و نجات است و خلف را لازم است کہ سلف خود را بایں نوع بر و احسان نماید باز تعین ہر سال والتزامش را سند از احادیث آورند کہ ابن المنذر و ابن مردویہ از انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کردند :

ہے کہ جس طرف چاہا پھیر دیا۔

اے طالب حق تو انھیں حد سے تجاوز اور سرکشی میں ہی رہنے دے اور آثار و احادیث کی طرف متوجہ ہو تاکہ ہم تمھیں کچھ تعینات عادیہ دکھائیں۔ اسی قسم میں سے ہے وہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ شہدائے احد کی زیارت کے لئے آخر سال کو مقرر فرمایا۔ جیسے کہ عنقریب آئے گا اور مسجد قبا شریف میں تشریف آوری کے لئے ہفتے کا دن مقرر فرمایا۔ جیسے کہ صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے اور شکر رسالت کے طور پر روزہ رکھنے کے لئے پیر کا دن مقرر فرمایا۔ جیسے کہ مسلم شریف میں بروایت حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور ابوبکر صدیق

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یأتی احد اکل عام فاذا بلغ الشعب سلم علی قبور الشھداء فقال سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔

یعنی، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال بہ اُحد تشریف ارزانی میداشت، چوں بر درۂ کوہ می رسید بر گور شہیداں سلام می کرد و می فرمود، سلام باد بشما بہ شکیبائی شما، پس چہ نیکوست سرائے آخرت، کذا امام ابن جریر در تفسیر خودش از محمد بن ابراہیم، روایت

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورے کے لئے صبح و شام کا وقت۔

جیسے کہ صحیح بخاری میں ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے ہے اور سفر جہاد کے لئے جمعرات کا دن

جیسے کہ بخاری شریف میں بروایت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور طلب علم کے لئے دوشنبہ کا دن، جیسے کہ ابو الشیخ ابن حیان اور دیلمی کے نزدیک بروایت ابن مالک سند صالح سے اور عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وعظ و نصیحت کے لئے جمعرات کا دن مقرر فرمایا:

جیسے کہ صحیح بخاری میں بروایت ابی وائل اور علماء سبق شروع

نمونہ:

"وقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یأتی قبور الشہداء علی رأس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار: وابوبکر وعمر وعثمان"

یعنی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال بر خاک شہدا قدم می فرمود و می گفت:

سلام علیکم الآیۃ، بعدہ حضرت صدیق و فاروق و ذی النورین ہمچناں می کردند، رضی اللہ تعالیٰ عنہم و در تفسیر کبیر است:

کرنے کے لئے بدھ کا دن مقرر فرماتے ہیں:

جیسے کہ امام برہان الاسلام زرنوجی کی کتاب تعلیم المتعلم میں ہے، اسے امام برہان الدین مرغینانی، صاحب ہدایہ نے اپنے استاذ سے روایت کیا اور کہا، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ اسی طرح کرتے تھے۔

صاحب تنزیہہ الشریعہ نے فرمایا، اسی طرح اہل علم کرتے تھے یہ سب توقیت عادی کی مثالیں ہیں، حاشا وکلا کہ سید السادات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کی مراد یہ ہو کہ سوائے انتہائے سال کے زیارت نہیں ہوتی یا ناجائز ہے یا بندہ نوازی امت پروری اور اقدام

عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کان یاتی قبور الشھداء رأس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعۃ ھکذا یفعلون ؂

یعنی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال بر مزار شہدا می شد و آیۂ مذکورہ میخواند وہمچناں حضرات خلفاء اربعہ می کردند رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔
بالجملہ حق آنست کہ تخصیصات مذکورہ ہمہ تعینات عادیہ است

مبارک سے شہدائے کرام کے مزارات کو شرف بخشنے سے جو اجر عظیم سرورِ عالم، سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمایا جاتا ہے، دوسرے وقت میں عطا نہیں ہوگا۔

اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ ہفتے کے علاوہ تقریر ہی نہ ہوگی یا ناجائز ہے یا دوسرے دن یہ ثواب نہ ملے گا، یا شریعت مطہرہ نے یہ تعیین فرمائی ہے۔ حاشا وکلا ہرگز یہ مقصد نہ تھا بلکہ آپ نے اس عادت کو اپنے اوپر لازم کرلیا تھا کہ ہر ہفتے میں مسلمانوں کو وعظ و نصیحت فرمائیں اور دن معین کرنے سے طالبانِ خیر کا جمع کرنا آسان ہوگا۔

کہ زنہار جائے طعن وملامت نیست ایں قدر را حرام وبدعت شنیعہ گفتن بجہلے صریح است وخطائے قبیح۔

شاہ رفیع الدین مرحوم دہلوی برادر مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب در فتوائے خودش چہ خوش سخن انصاف گفتہ عبارتش چناں آوردہ اند:

"سوال تخصیص ماکولات در فاتحہ بزرگاں مثلاً کھچڑا در فاتحہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و توشہ در فاتحہ شاہ عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ وغیر ذالک وہمچناں، تخصص خورندگان چہ حکم دارد؟

جواب: فاتحہ وطعام بلاشبہ از مستحسنات است

باقی امور میں بھی تعیین اسی طرح ہے ان میں سے بعض میں الگ مرجح موجود ہے، جیسے پیر کے دن آپ کا مبعوث ہونا اور علم نبوت کا کا حاصل ہونا اور جمعرات کی صبح کا خیر و برکت والی ہونا اور بدھ کے دن ابتدا کرنے سے تکمیل کی توقع ہونا، کیونکہ حدیث میں ہے کو جو چیز بدھ کے دن شروع کی جائے وہ مکمل ہو کر رہتی ہے۔

بعض دیگر امور میں ترجیح ارادی ہوتی ہے کہ اس میں کم از کم یاددہانی اور آسانی والی مصلحت ضرور ہے۔ تیجے، چالیسویں، ششماہی اور انتہائے سال کی تعیین ہی کی قسم ہے۔ بعض میں کچھ مصلحت خاص ہوتی ہے اور بعض میں یاددہانی اور آسانی کے پیش نظر معین کرنے کی

وتخصص کرفعل مخصص است بہ اختیار اوست کہ باعث منع نمی تواند شد، ایں تخصیصات از قسم عرف وعادت اند کہ بمصالح خاصہ ومناسبت خفیہ ابتداءً بظہور آمدہ و رفتہ رفتہ شیوع یافتہ الخ

اقول بلکہ اگر ایں جا خود ہیچ مصلحت دینی نباشد تا عدم مصلحت وجود مفسدت نیست کہ موجب انکار ایں کار شود ورنہ مباح کجا رود امام احمد در مسند بسند حسن از خاتونے صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راوی است، حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم فرمود:

وصیام السبت لا لکِ ولا علیکِ ؛

عادت پڑ گئی ہے۔ اصلاح میں کسے اعتراض ہو سکتا ہے۔

اس جگہ امام الطائفہ (مولوی اسمٰعیل دہلوی) کے نسب میں چچا علم میں باپ اور طریقت میں دادا مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی کا کلام سننے سے تعلق رکھتا ہے۔ تفسیر عزیزی میں آیہ مبارک والقمر اذا اتسق کے تحت فرماتے ہیں:

"حدیث میں وارد ہے کہ مردہ اس حالت میں ڈوبنے والے کی طرح ہے جو کسی فریاد رس کا منتظر رہتا ہے اس وقت میں دعائیں، صدقے اور فاتحہ بہت مفید ہیں۔ اسی لئے لوگ ایک سال تک خصوصاً مرنے کے

روزہائے روز شنبہ نہ مر تراست نہ بر تو"

علماء شرحش فرمایند:

لا لك فيه مزيد ثواب ولا عليك فيه ملام ولا عتاب۔

"نہ ترا در وے افزونی ثوابے نہ بر تو در وے ملامتے وعتابے"

روشن شد کہ تخصص بے مخصص اگر نافع نیاید، مضر ہم نباشد وہو المراد آرے ہر عامی کہ ایں تعیین عادی را توقیت شرعی داند وگمان برد کہ ایصال ثواب در غیر ایں ایام صورت نہ بندد یا روا نہ باشد یا ثواب

بعد چالیس دن تک اسی قسم کی امداد کی پوری کوشش کرتے ہیں۔"

کمال یہ کہ شاہ صاحب موصوف اپنے پیرانِ عظام اور آبا رکے عرس پورے اہتمام سے کرتے تھے اور ان کے سامنے نیک لوگوں کی قبروں پر لوگ آپ کی تجویز و تائید سے جمع ہوتے فاتحہ خوانی کرتے اور طعام و شیرینی تقسیم کرتے جیسا کہ عام سجادہ نشینوں میں جاری ہے۔ مفتی عبدالحکیم پنجابی نے شاہ صاحب پر وہی بے بنیاد اعتراضات کئے جو حضرات منکرین کرتے ہیں اور شاہ صاحب پر زبان طعن و تشنیع دراز کی اور لکھا:

"وہ لوگ جن کے افعال ان کے اقوال کے مطابق نہیں

ایں ایام از ایام دیگر اتم است و وافر بلاشبہ غلط کار و جاہل و دریں گمان خاطی و مبطل است اما ایں قدر گمان معاذ اللہ در اصل ایمان خلل نیارد نہ موجب عذاب قطعی و وعید حتمی گردد.....

چنانکہ امام الطائفہ در تقویت الایمان اعتقاد دارد وایں جہالت فاحشہ او از جہل آں عامی بدرجہا بدتر است آں از جہلے و جزافے بیش نیست وایں ضلال بعید و اعتزال شدید ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحمید، ایں جا نیز حصہ امام الطائفہ در سفہ و سخافت و حمق جزافت پیدا است یقال لھم لیس من

وہ اپنے بزرگوں کے عرس کو اپنے اوپر فرض کی طرح لازم جان کر سال بہ سال قبر پر جمع ہوتے ہیں اور وہاں طعام و شیرینی تقسیم کر کے قبروں کو پرستش کردہ شدہ بت بنا دیتے ہیں اھ ملخصاً۔

شاہ صاحب رسالہ ذبیحہ مطبوعہ زبدۃ النصائح میں اس طعن کا جواب فرماتے ہیں، **قولہ:**

عرس بزرگان خود الخ یہ طعن اس شخص کے حالات سے بے خبری پر مبنی ہے جس پر طعن کیا گیا ہے، اس لئے کہ کوئی شخص بھی مقررہ فرائض شرعیہ کے علاوہ کسی چیز کو فرض نہیں جانتا، ہاں صالحین کی قبروں کی زیارت، ان سے تبرک حاصل کرنا، ثواب اور تلاوت قرآن کے ہدیہ سے

محدثات در ایصال

یعلم کمن لا یعلم، ہمچناں آنچہ عوام جہلہ در باب ایصال ثواب امور مستنکرہ احداث کردہ اند مثلاً ریا و سمعہ و تفاخر جمع اغنیاء و منع فقراء و آنکہ در سوم جماعتے یکجا نشستہ ہر ہمہ قرآن بجہر خوانند و فریضہ استماع از دست دہند این ہمہ ممنوع و محظور و مکروہ و محذور است، علماء را باید کہ بر مفاسد و زوائد سرزنش کنند نہ آنکہ باطلاق لسان و سلاطت زبان اصل کار را برہم زنند چنانکہ بسیارے از عوام در نماز خصوصاً نوافل کہ تنہا گزارند بعدم مراعات تعدیل ارکان وغیرہ محظورات عدیدہ خو کردہ اند ایں معنی مستلزم نہی از نماز نباشد بلکہ ازیں خصائل شنیعہ تحذیر و ترہیب می باید کرد و بر ادائے نماز تحریض و ترغیب ایں است سخن مجمل و قول فیصل کہ خواص آنسو و بعض عوام ایں سو ہر دو را

ان کی امداد کر کے دعائے خیر کرنا اور طعام وشیرینی تقسیم کرنا بہتر اور
خوب ہے۔ علماء کے اتفاق سے اور عرس کے دن کو اس لئے معین
کیا جاتا ہے کہ وہ دن ان حضرات کے دنیا سے آخرت کی طرف
انتقال کی یاد دہانی کرتا ہے، ورنہ جس دن بھی یہ عمل واقع ہو ذریعۂ
نجات وکامیابی ہے۔ بعد والوں پر لازم ہے کہ اپنے سلف پر اس
طرح کے احسان کریں، پھر انتہائے سال کی تعیین اور اس کے التزام
پر شاہ صاحب نے حدیث شریف سے دلیل پیش کی کہ ابن منذر اور
ابن مردویہ نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ:
ان رسول اللہ صلی   یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعا

گراں آید اما چہ تواں کرد کہ حق ایں ست واز حق نشاید گزشت۔

الله علیه وسلم کان یأتی احدا کل عام فاذا بلغ الشعب سلم علی قبور الشهداء فقال سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔

علیہ وسلم ہر سال احد تشریف لے جاتے، جب پہاڑ کے درّے پر پہنچتے تو شہداء کی قبر پر سلام کہتے اور فرماتے تم پر تمہارے صبر کی وجہ سے سلامتی ہو دار آخرت کیا ہی اچھا ہے۔

امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں محمد بن ابراہیم سے روایت کی، انھوں نے کہا:

النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یاتی قبور الشهداء علی رأس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار وابوبکر وعمر وعثمان؛

یعنی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کے آخر میں شہداء کے مزارات پر تشریف لے جاتے اور فرماتے سَلٰامٌ علیکم الآیۃ۔ آپ کے بعد حضرت صدیق و فاروق و ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسی طرح کرتے تھے۔

تفسیر کبیر میں ہے:

عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه کان یأتی قبور الشهداء رأس

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے آخر میں مزارات شہداء پر جلوہ افروز ہوتے اور

كل حول فيقول سلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار والخلفاء الاربعة هكذا يفعلون :

آیت مذکورہ پڑھتے، اسی طرح حضرات خلفاء اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کرتے تھے۔

الحاصل حق یہ ہے کہ تحقیقات مذکورہ (تیجا چالیسواں) تمام تعینات عادیہ ہیں کہ ہرگز جائے طعن وملامت نہیں ہیں۔ صرف اتنی بات کو حرام اور بدعت کہنا واضح جہالت وخطائے فاش ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب کے بھائی شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی مرحوم نے اپنے فتویٰ میں کیا خوب انصاف کی بات کہی ہے، اس کی عبارت اس طرح نقل کی گئی ہے:

"سوال بزرگوں کی فاتحہ میں کھانے کی تخصیص، جیسے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ میں کھچڑا اور عبدالحق رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی فاتحہ میں توشہ اسی طرح کھانے والوں کی تخصیص کا کیا حکم ہے؟"

جواب :۔ فاتحہ وطعام بلاشبہ مستحسن ہے تخصیص مخصصین کا اختیاری فعل ہے، جو منع کرنے کا باعث نہیں بن سکتا یہ تخصیصات عرفیہ اور عادیہ ہیں جو خاص مصلحتوں اور مخفی مناسبتوں کی بنا پر ابتداءً ظاہر ہوئیں اور رفتہ رفتہ عام ہوگئیں۔ الخ

میں کہتا ہوں کہ اگر یہاں کوئی بھی دینی مصلحت نہ ہو تاہم کسی

مصلحت کے نہ ہونے کو خرابی کا ہونا لازم نہیں تاکہ اس کام کا انکار کیا جاسکے، ورنہ مباح کہاں جائے گا۔

امام احمد نے مسند میں سند حسن سے ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

وصیام السبت لا لك	ہفتے کے دن کا روزہ نہ تیرے
ولا علیك	لئے اور نہ تجھ پر۔

علماء نے اس کی شرح میں فرمایا:۔

لا لك فیه مزید ثواب	نہ تیرے لئے اس میں زیادتی
ولا علیك فیه ملام	ثواب ہے اور نہ تجھ پر اس میں
ولا عتاب ؛	ملامت وعتاب ہے۔

واضح ہوگیا کہ اگر کسی مخصص کے بغیر تخصیص مفید نہیں تو نقصان دہ بھی نہیں (ہمارا بھی) یہی مقصد ہے، ہاں ہر وہ عام آدمی (خاص آدمی صاحب علم ایسا گمان رکھے گا ہی نہیں) کہ اس تعیین عادی کو تعیین شرعی جانے اور گمان کرے کہ ان دنوں کے علاوہ ایصال ثواب ہو ہی نہیں سکتا یا جائز نہیں یا ان دنوں میں ثواب زیادہ ہے، تو وہ غلط کار جاہل ہے اور اس گمان میں جھوٹا اور خطاوار ہے لیکن صرف اتنا گمان معاذ اللہ اصل ایمان میں خلل پیدا نہیں کرتا اور نہ ہی قطعی عذاب اور یقینی وعید کا، موجب ہے۔

اسی طرح عوام جہلاء نے ایصال ثواب کے بارے میں جو ناپسندیدہ

ناپسندیدہ امور

امور بید اکر رکھے ہیں مثلاً دکھلاوا، چرچا اور تفاخر، مالداروں کو جمع کرنا اور فقراء کو منع کرنا ایسے ہی تیجے میں ایک جماعت ایک جگہ بیٹھ جاتی ہے اور تمام لوگ بلند آواز سے قرآن مجید سے پڑھتے ہیں اور قرآنِ مجید سننے کے فریضے کو ترک کر دیتے ہیں۔ یہ تمام باتیں ممنوع، مکروہ اور ناروا ہیں علماء کو چاہیئے کہ زائد خرابیوں پر لوگوں کو تنبیہ کریں یہ نہیں کہ زبان کی تیزی اور روانی کے سہارے سے اصل کام ہی کو ختم کر دیں جیسے کہ اکثر عوام نمازیں خصوصاً نوافل جنھیں وہ تنہا ادا کرتے ہیں، ارکان نماز کو آہستہ آہستہ ادا نہ کرنے اور دیگر ممنوعات کے عادی بن جاتے ہیں اس بنا پر انھیں نماز ہی سے نہ روکا جائے بلکہ ان ناپسندیدہ عادات سے روکنا اور ڈرانا چاہیئے اور نماز ادا کرنے کا شوق و رغبت دلانا چاہیئے۔ یہ مختصر تقریر اور قول فیصل مخالفین کے خواص اور اس طرف کے بعض عوام دونوں کو ناگوار ہو گا لیکن کیا کیا جائے کہ حق یہی ہے اور حق سے راہ فرار نہیں اللہ تعالیٰ ہی راہ راست کی ہدایت فرمانے والا ہے وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہٖ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین

واللہ الھادی الی سبیل الرشاد والصلوٰۃ والسلام
علی المولی الجواد محمد وآلہٖ وصحبہ الامجاد واللہ تعالیٰ
اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عنہ بمحمد المصطفیٰ

النبی الامی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱ھ
عبد المصطفٰے احمد رضا خاں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین وفضلائے شریعت امین اس مسئلے میں کہ کسی شخص نے ایک کلام مجید تلاوت کر کے ختم کیا اور اس کا ثواب پندرہ شخصوں کی ارواح کو للّٰہ بخشا، ان روحوں میں تقسیم ہو جائیگا یعنی فی روح دو پارے پہنچیں گے یا فی روح کو پورے کلام مجید کا ثواب پہنچے گا، اور نتیجہ اس کا دنیا میں ملے گا یا عقبیٰ میں۔ دوسرے یہ کہ ثواب کس طرح کہہ کر پہنچائے؟

الجواب

اللہ عزوجل کے فضل سے امید ہے کہ ہر شخص کو پورے کلام مجید کا ثواب پہنچے گا۔ ردالمحتار میں ہے:

سئل ابن حجر المکی عما لو قرئ لاھل المقبرۃ الفاتحۃ ھل تقسم الثواب بینھم او یصل لکل منھم مثل ثواب ذلک کاملا اجاب بانہ افتی جمع بالثانی وھو اللائق بسعۃ الفضل۔

اس مسئلے کی پوری تحقیق فتاویٰ فقیر میں ہے، نتیجہ یلما اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ مسلمانوں کو نفع رسانی سے اللہ عزوجل کی رضا اور رحمت ملتی ہے اور اس کی رحمت دونوں جہان کا کام بنادیتی ہے آدمی کو اللہ تعالیٰ کے کام میں اللہ کی نیت چاہیئے، دنیا اس سے مقصود رکھنا حماقت ہے۔ دعا کرے کہ الٰہی جو میں نے پڑھا، اس کا ثواب فلاں شخص یا فلاں فلاں اشخاص کو پہنچا اور افضل یہ ہے کہ تمام مسلمین و مسلمات کو پہنچائے۔

مسلک منقسط میں ہے:

یقرء ما تیسر له من الفاتحة والاخلاص سبعاً او ثلاثا ثم یقول اللهم اوصل ثواب ما قرأناه الیٰ فلان او الیهم:

محیط و تتارخانیہ و شامی میں ہے:

الافضل لمن یتصدق نفلاً ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانها تصل الیهم ولا ینقص من اجره شیئ:

فتاویٰ رضویہ جلد چہارم
ص ۲۰۶۔